



خوابوں کی ماکہ

رنجیتا بسواس

امریکی مصنفہ
چتراء بی دیواکرونی نے
اپنی تحریروں میں
ہندوستانی ورثے، اپنی
نقل مکانی اور اپنی
تنهائیوں کے تجربات کو
اپنے فن کا مرکزی
موضوع بنایا ہے۔

ایوارڈ یافتہ مصنفہ چتراء بی دیواکرونی کو الی تلحیم حاصل کرنے کے لئے امریکہ چھپا ہوا ہے۔ ملکت کی ۱۹۸۶ء بیگانی اڑکی چڑائے اس سے پہلے بھی نہیں تھا کہ ان کے اندر ایک انسانہ نگاہ بھی اور یوں اتنا جان کے کھیتوں کے درمیان اپنے آپ کو گم ہوتا ہوا سامحوں کیا جب کہ انہیں رواگی سے پہلے کسی اجنبی سرز میں پر قیام کی راہ میں حاکم دشواریوں کے بارے میں بڑے لکھ رئے گئے تھے انہیں گھر کی یاد بری طرح آتی رہی اور پھر ان کے دادا، جن کے وہ بہت قریب تھیں، فوت ہو گئے۔ انہوں نے اس واقعہ کیا کرتے ہوئے کہا ”میں گھر نہیں جا سکی۔ میں نے اپنے بستر پر لیٹے ہوئے یہ تصور کرنے کی کوشش کی کہ گھر میں کیا ہو رہا ہو گا، مگر تصویر بھی نہیں کر سکی۔ میں نے اپنی یادوں کو لکھنا شروع کیا۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے لئے لکھا۔ اپنے آپ کو جوڑے رکھنے کے لئے لکھا۔ لیکن کسی بھی وقت یہ بات میرے ذہن میں نہیں تھی کہ ایک دن میں انسانہ نوں کی اور ناول نگاری کو بطور کریز زیر ایاناوں گی۔ امریکہ نے مجھے قلم کا رہنا دیا۔ ایک مکمل مختلف پلٹر میں اپنی موجودگی نے اچاک مجھے بدلتا دیا۔ اس نے مجھے بہت ساری چیزوں پر سوالات قائم کرنے پر بھجو رکیا۔ خاص کر خواتین کے روں کے بارے میں۔“

ان کے انسانوں کے مجھ پر ایک تجھی میرج میں شامل کہانیوں کے تاثرے باتیں دیواکرونی کے ذاتی تجربات اور ان ہی کی طرح دو شاخوں اور وقاریوں کے ٹکڑاؤ کے درمیان پہنچنے ہوئے دوسرا بہت سے لوگوں کے تجربات، اکیلے پن اور ایک نظر آنے والی اقلیت کا رکن ہونے کے احساسات سے بنتے گئے ہیں۔ اس انسانوی مجموعے کو ۱۹۹۶ء میں امریکن بک ایوارڈ سمیت متعدد ایوارڈ سے نواز گیا ہے۔ ان کی جد و سری کتابیں خوب فروخت ہوئی ہیں ان میں ان کے ناول ”سائز آف مائی ہارت اور ڈی میٹریں آف اس پاکسٹر اور کہانیوں کا دوسرا مجھوں ان نوں ایرس آف آئور لائیوں“ شامل ہیں۔ دیواکرونی شاعری بھی کرتی ہیں۔ ادب اطفال بھی تخلیق کرتی ہیں۔ بطور قلم کار دیواکرونی طلبی حقیقت پرندی کی دلدادہ ہیں۔ انہیں ہندوستانی لوک کھاناوں کی روایت اور امریکی کی روایت اور ایسا ہندوستانی کی روایتوں میں بہت سی مہماں نظر آتی ہیں۔ فی الحال ہندوستانی رزمیہ مہماں بھارت کے کرواروں کو استعمال کر کے ایک ناول لکھنے کے لئے وہ حقیقت میں مصروف ہیں۔

خواتین کی تجھی کہانیوں کوں سن کر انہوں نے اور ان کی کچھ اور کہانیوں نے امریکیں آباد جو بی ایشیائی خواتین کو سہارا دینے کے لئے ایک تنظیم ”میری بی بیاتی“۔ وہ کیلی فوریا میں مقامی خواتین کی پناہ گاہوں میں جس وقت رضا کارانہ طور پر ان کی فلاج کے کام کرنے لگیں، اس وقت انہیں گھر بیوی تشدد میں سے بھی واپسیت حاصل ہوئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو بی ایشیائی کی اور بھی بہت سی ایسی عورتیں ہیں جو اپنے گھر راجحہ کر امریکہ چل آئیں اور اب ایک ایسے رشتے میں بے بی سے بندگی ہوئی ہیں جو رشتہ اہانت آمیز ہے۔ ان کی مدد کے لئے ۱۹۹۱ء میں ”میری بی بیات لائن“ کا وجود مل میں آیا۔ یہ تنظیم خواتین کو روزگار حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اسکا راستہ دلائی ہے، روزگار کے لئے تربیت کے پروگراموں کے بارے میں بتاتی ہے اور جن عورتوں کو رہنے کے لئے کسی پناہ گاہ کی تلاش ہوان کو طویل مدتی ہاؤس سگ سہولت بھی فراہم کرتی ہے۔ یہ تنظیم ۱۹۸۶ء میں کم عمر کے لوگوں میں تشدد کی روک تھام

کے لئے بھی سرگرم ہے۔ دیواکرونی کا کہنا ہے ”گھر بیوی تشدد ہر جگہ موجود ہے۔ کوئی ملک چاہے مکمل لالوچی کے اعتبار سے کتنا ہی ترقی کیوں نہ کر جائے۔“ چڑا بیٹھی دیواکرونی اب ایک امریکی شہری بن چکی ہیں۔ وہ دو بیٹوں کی ماں ہیں۔ ان کا کہنا ہے ”میرے میئے مجھے بچوں کے لئے کتابیں لکھنے کے بڑے اچھے مخصوصات دیتے ہیں۔“ دیواکرونی نکاح میں یونیورسٹی اف ہائی میں تعلیقی تصنیف اور ہم عمر ہندوستانی ادب پڑھاتی ہیں۔ وہ تارک وطن ہونے کے ناطے اپنے خاندان کی ہندوستانیت برقرار رکھنے کی کوشش میں دونوں شاخوں کے درمیان توازن بنائے رکھنے کی سعی کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے ”کسی اور ملک میں قیام سے کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہلاتا کہ آپ خود اپنی ثقافتی جزوں کو بھول جائیں۔“ وہ کہتی ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں کو اپنی پسند سے فیصلے کرنے دیتی ہیں لیکن جہاں انہیں لگتا ہے کہ وہ ان کی رہنمائی کر سکتی ہیں، وہاں رہنمائی بھی کرتی ہیں۔ وہ اپنے بیٹوں کو دھیشان پارٹیوں اور نٹیٹیات سے دور رکھتی ہیں اور اس پر زور دیتی ہیں کہ سخت محنت کرو اور ایمانداری سے جیو۔“ میں چاہتی ہوں کہ میرے بیٹوں کے دوستوں میں تمام نسلوں کے لوگ ہوں۔“ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اب بھی اپنے آپ کو امریکہ میں اسی طرح ایک بیرونی بھجتی ہیں جیسا کہ آپ کی کتابیوں کے پچھے کرداروں کو لگتا ہے؟ تو انہوں نے کہا ”ہاں بھی اوپنیں بھی۔ امریکہ میں مختلف ملکوں کے طرح طرح کے لوگ آباد ہیں۔ جسمی طور پر یہ ملک بہت فراخ دل ہے اور آپ کو آگے بڑھنے کے موقع دیتا ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ میں کوئی سفید فام تارک وطن نہیں، جو بی ایشیائی ہوں۔ کسی بورو پی تارک وطن کے مقابلے میں میرا تجربہ ذرا مختلف ہے۔ انسانہ نگار اور ناول نویس ہونے کا مجھے ایک فائدہ پہنچتا ہے۔ میں اس فرق کو دیکھتی ہوں اور اسی فرق کو بنیاد ہانا کر اپنا کام کرتبی ہوں۔“ □

مصنف کے بارے میں: رنجیتا بسواس ملکتی قسم صحافی ہیں، وہ ادب کا ترجیح بھی کرتی ہیں اور کہانیاں بھی لکھتی ہیں۔